# اُمہات المؤمنین کا اسلوبِ دعوت اور مذہبی رواداری: تجزیاتی مطالعہ

# UMMHATUL MOMINEEN'S 'DAWAH' NARRATIVES AND RELIGIOUS TOLERANCE: AN ANALYTICAL STUDY


| | |
|---|---|
| **1. Noor_US_ Sabah** | **2. Muhammad Adeel Zafer** |
| M.Phil Islami Studies, Assistant Professor,<br>Shiblee College for Women, Madina Town, Faisal Abad | Ph.D. Scholar<br>Department of Islamic Studies<br>Institute of BZU Multan<br>Pakistan. |
| **Email:**noor.asif16@gmail.com | **Email**: adeelzaffar512@gmail.com |



**To cite this article:**

Noor –ul- Saba, Muhammad Adeel Zafer . **(2021). urdu**

اُمہات المؤمنین کا اسلوبِ دعوت اور مذہبی رواداری: تجزیاتی مطالعہ

**UMMHATUL MOMINEEN'S 'DAWAH' NARRATIVES AND RELIGIOUS TOLERANCE: AN ANALYTICAL STUDY**

Albahis: Journal of Islamic Sciences Research, 1(2), 1–13. Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14


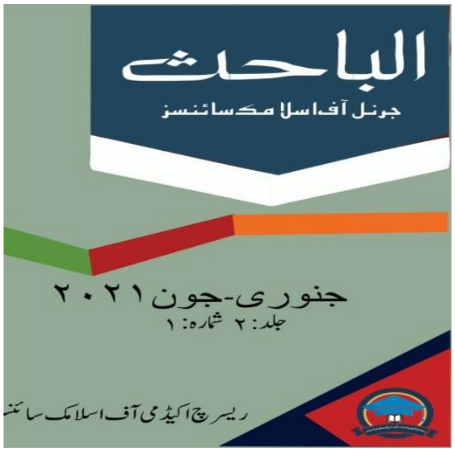



Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

أُمہات المؤمنین کا اسلوب دعوت اور مذہبی رواداری: تجزیاتی مطالعہ

# UMMHATUL MOMINEEN'S 'DAWAH' NARRATIVES AND RELIGIOUS TOLERANCE: AN ANALYTICAL STUDY

**Noor _US_ Sabah**
Muhammad Adeel Zafer

## Abstract:

Contemporary era is the practice of monstrosities, abominations, outrages and wickedness's like impatience, intolerance, non-lenience, detestation and jealousy and many more immoral values. To overcome all these abominations, the interfaith dialogue is a peaceful path which is prescribed by Islamic principles to spread tolerance, lenience, peace and endearment among all benoit classes. Islam encourages "Dawah" which settles the differences and creates harmonic society which promotes lenience and benefaction. It is the need of the hour to promote interfaith dialogue and lenience for promoting a flexible society in which respect should be given to all the religions like UMMAHATUL MOMINEEN did in the past. The tradition of interfaith dialogues among different schools of thought develops tolerance and lenience in society.

The Prophet (P.B.U.H) and his companions spread teachings of Islam and Sunnah through dialogue. Historical perspective reveals that not only men but women like Ummahat ul Momineen played prominent role in spreading brotherhood, doting, lenience and love among different sects of society through interfaith dialogues. They changed the societal thinking and enhanced the true spiritual and ethical teachings which can only be established through interfaith dialogue. UMMAHATUL MOMINEEN safeguarded and sacrificed to spread objectives of Islam. They taught lenience, solace, spiritual delight and harmony among the people through interfaith dialogue. These women were the symbol of spirituality and enlightenment for their followers. Ummahatul Momineen gave the message of lenience and social harmony which provides a way to promote cross cultural values of coexistence. And nowadays we can promote the tradition of religious harmony and lenience through interfaith dialogue and 'Dawah' which are the essence of Islamic principles.

**Keywords:** interfaith dialogue, benoit classes, harmonic Society, Lenience, Ummahatul Momineen, Cross-cultural values, spirituality, "Dawah"

**کلیدی الفاظ:** بین المذاہب مکالمے، ہم آہنگی سوسائٹی، نرمی امہات المؤمنین، ثقافتی اقدار، روحانیت، دعوت

## تعارف

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے آخری نبی مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کی ذمہ داری یہ تھی کہ اللہ کا پیغام پوری امت تک پہنچے۔اس لیے نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی دین اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے ایک جہد مسلسل ہے۔دعوت دین میں آپ ﷺ کیے اصحاب اور ازواج مطہرات نے مکمل ساتھ دیا اور کفار مکہ کی طرف سے دی جانے والی تکالیف،اذیتیں،صعوبتیں،سختیاں اور مخالفتیں برداشت کیں۔دعوت و تبلیغ کے اس سفر میں نبی کریم ﷺ اور ازواج مطہرات نے صبر کا دامن نہ چھوڑا۔نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ اور تمام باطل قوتوں کے سامنے اللہ کا پیغام رکھا اور انھیں دین کی طرف دعوت دی تاکہ قوم صراط مستقیم کی طرف آجائے۔ان تمام حالات میں نبی کریم ﷺ کی ازواج نے نہ صرف آپ کا ساتھ دیا بلکہ دین کی دعوت اور اسلام کی سربلندی کے لیے ازواج مطہرات کا کردار ناقابل فراموش ہے۔نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو امہات المومنین بھی کہتے ہیں۔امہات المومنین کی دین اسلام کے لیے قربانیاں نہ صرف دین اسلام سے محبت کا اظہار ہے بلکہ تمام عالم بالخصوص خواتین کے لیے مشعل راہ بھی ہے۔

قرآن کریم کا خطاب ''یاایھاالذین امنوا'' میں خواتین بھی مخاطب ہیں۔صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ اُمہات المؤمنین،صحابیات اور دیگر مسلم خواتین بھی دعوت دین اور معاشرت ایمانی میں فروغ کا باعث تھیں۔اس طرح عالمی آہنگ اور بین الاقوامی رنگ اس دعوت وارشاد کے نتیجہ میں پیدا ہوتا جارہا تھا۔گویا دعوت اور مذہبی رواداری کی بات ہوگی تو شروع وہاں سے ہی ہوگی جہاں سے اسلام شروع ہوتا ہے۔انسانوں کے باہمی تعلق وہم آہنگی، وابستگی اور اتحاد کی حقیقی بنیاد وطن،رنگ،نسل،زبان وغیرہ نہیں بلکہ دین اور حق ہے۔اسی نکتہ کی تعلیم رواداری اوراحسن دعوت سے دی گئی اور فکری و منہجی اثاثہ جات کو دعوتِ اسلامی اور رواداری کے ذریعے عقائد و عبادات سے بڑھ کر خاندان،معاشرت،سیاست و تہذیب اور معاشرہ کے تمام میدانوں میں متحرک اور جاوداں کیا۔عہدِ رسالت ﷺ سے آج تک بغیر کسی وقفہ کے خواتین محبت،سہل،عام فہم انداز اور رواداری سے دعوتِ دین کا کام سرانجام دیتی رہی ہیں.

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں بھی اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد بالخصوص اُمہات المومنین اور مسلم خواتین نے دعوتِ اِلی اللہ اور مذہبی رواداری کے ذریعے اصلاح اُمت کے فریضے کو بخوبی ادا کیا انھوں نے عوام الناس(خواہ مسلمان ہوں،مشرک ہوں)کی ہر معاملے میں رہنمائی کی۔چونکہ عہد نبوی ﷺ میں عرب ایک کثیر المذاہب معاشرہ تھا اس وقت اشاعتِ دین اور دیگر معاملات میں رواداری کو ملحوظِ خاطر رکھنے کی ضرورت تھی۔

## امہات المؤمنین اور رواداری

اُمہات المومنین اور مسلم خواتین نے ہمدردی،اخوت،محبت وعنایت،خیر خواہی،رحمدلی اور خلوص اور رواداری کے ساتھ گفتگو مجادلہ کرتی۔ان کے سامنے کوئی ذاتی مفادنہ تھا وہ صرف اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی رضا کی طالب تھیں۔اُمہات المومنین نہ صرف خود بلکہ دوسروں کو بھی محتاط رویہ اختیار کرنے کا درس دیتی تھیں۔کیوں کہ کسی بھی فرد یا معاشرے کی اصلاح کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں لیکن سب سے بہتر اور پائیدار طریقہ رواداری ہے۔تصیح وترغیب کا یہ جذبہ ہمیں اُمہات المومنین کے اندر موجزن دکھائی دیتا ہے۔

اسلام رواداری اور امن و سلامتی کی تعلیم دیتا ہے تاکہ اسلامی معاشرے کا ہر فرد بلا تفریق مذہب و ملت اپنی زندگی گزار سکے۔ اسلامی ریاست میں مملکت کے تمام باشندے خواہ وہ کسی بھی مذہب کے پیروکار ہوں، بلا تفریق عقیدے اور مذہبی معاملات میں پوری طرح آزاد ہیں۔ ان پر مذہبی معاملات میں کسی قسم کا کوئی جبر وزبردستی نہیں ہوگا۔ اسلام نے دوسرے مذہب کے پیروکار کے ساتھ رواداری کی بڑی فراخ دلی کے ساتھ تعلیم دی ہے۔ خاص طور پر جو غیر مسلم کسی مسلمان ریاست کے باشندے ہوں، ان کے جان ومال، عزت وآبرو اور حقوق کے تحفظ کو اسلامی ریاست کی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ اس بات کی پوری رعایت رکھی گئی ہے کہ انہیں نہ صرف اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہو، بلکہ انہیں روزگار، تعلیم اور حصولِ انصاف میں برابر کے مواقع حاصل ہوں، اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ رکھا جائے اور ان کی دلآزاری سے مکمل پرہیز کیا جائے۔

یہی ضابطہ ہمیں نبی کریم ﷺ کی دعوت میں بھی نظر آتا ہے اور امہات المومنین نے بھی دین اسلام کی دعوت میں اسی طریق کار کو اختیار کیا۔ عہدِ نبوی ﷺ میں اُمہات المومنین نے جو رواداری کے ساتھ دعوت دین، انتقالِ علم، انسانی خدمت اور غور و فکر کے ذریعے ایک ایسا زبردست انقلاب برپا کیا جس کی وجہ سے آج تک اسلامی تاریخ کے طور پر مرتب کیا جاتا رہا ہے۔ تاریخ اسلام کے ہر دور میں دعوت میں رواداری کے ساتھ اہتمام کیا گیا۔

## رواداری کی تفہیم

معاشرے میں رواداری کا لفظ تحمل اور برداشت کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ رواداری کی روحِ رواں تحمل اور برداشت ہی ہے۔ لہذا یک شخص اپنی جگہ جو دین وعقیدہ صحیح سمجھ رہا ہو اس پر عمل کرے اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت بھی دے لیکن کسی کو جبراً اپنے خیالات اور عقیدے پر مجبور کرنا، ان کو گالی دینا اور بُرا بھلا کہنا درست نہیں اور نہ اس طرز عمل سے کسی کے خیالات اور عقیدے کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ بزور ایسا ممکن ہے۔ خاص کر اسلام اس چیز اور طرز عمل کی اجازت نہیں دیتا۔ رواداری سے مراد بے تعصبی، کسی بات کی رعایت رکھنا، فراخ دلی، وسعت قلبی، تحمل اور بردباری ہے اور یہ عمل اس وقت جائز ہے جب تک مذہب پر قدغن یعنی کسی قسم کی آنچ نہ آنے پائے۔ بالفاظ دیگر رواداری اپنے نظریات پر قائم رہتے ہوئے اور ان پر عمل کرتے ہوئے دوسروں کے عقائد و نظریات کو برداشت کرنے اور انہیں ان پر عمل کرنے کی آزادی عطا کرنے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔[1]

اب رواداری کے معنی یہ ہوئے کہ جن لوگوں کے عقائد یا اعمال ہمارے نزدیک غلط ہیں ان کو ہم برداشت کریں ان کے جذبات کا لحاظ کر کے ان پر ایسی تنقید نہ کریں جو ان کو رنج پہنچانے والی ہو اور انہیں ان کے اعتقاد سے پھرنے یا ان کے عمل سے روکنے کے لیے زبردستی کا طریقہ اختیار کریں اس قسم کا تحمل اور اس طریقے سے لوگوں کو اعتقاد و عمل کی آزادی دینا نہ صرف مستحسن فعل ہے بلکہ مختلف الخیال جماعتوں میں امن و سلامتی کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔[2] جہاں تک رواداری کے سماجی یا معاشرتی مفہوم کا تعلق ہے تو اصطلاح میں کسی جماعت، فراق، گروہ، ادارے یا حکومت

---

1. فیروز اللغات/۲۸۳ (اردو جدید) (لاہور: فیروز سنز) فرہنگِ آصفیہ ۲/۷۷۳، ا، مہذب اللغات ۶/۰۰۱، اردو لغت، بورڈ (کراچی: ترقی اردو بورڈ)

2. ابوالاعلی مودودی، تفہیمات، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز) ۲۰۰۴۔ ج 1، ص ۴۱۱

کا جو کسی دوسرے فریق یا گروہ کی بات کو اصولاً یا اصلاً غلط سمجھتی ہے مگر ان کے مذہبی اور ثقافتی جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے انہیں برداشت کرنا اور انہیں اپنی اقدار و روایات کے مطابق طرز عمل اختیار کرنے کی بخوشی اجازت دینا رواداری کہلاتا ہے۔

## دعوت دین اور مذہبی رواداری:

اُمہات المؤمنین اور دیگر مسلم خواتین کی کوششوں اور توجہات کو دعوۃ و تبلیغ کے سلسلہ میں خاص اہمیت حاصل ہے۔اسی لیے گویا دعوت میں سب سے پہلے حکمت، رواداری سے مخاطب کے حالات کا جائزہ لے کر اس کے لیے مناسب کلام تجویز کرنا ہے، پھر اس دعوت میں رواداری، خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ ایسے شواہد و دلائل سامنے لانا ہے کہ مخاطب کو یقین ہو جائے کہ میری ہی خیر خواہی کے لیے کہہ رہے ہیں۔دینی شعور کے لیے عہد نبوی ﷺ میں بھی خواتین آپ ﷺ سے مکالمہ، گفتگو، بات چیت کرتی نظر آتی ہیں۔" ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کے سب حدیثیں مردوں نے ہی لے لیں۔آپ ایک دن ہمارے لیے خاص کر دیں اور ہمیں بھی وہ باتیں سکھلائیں جو اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو سکھلائی ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا فلاں فلاں جگہ اکٹھی ہو جایا کرو۔چنانچہ وہ اکٹھی ہوئیں اور آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور جو باتیں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو سکھلائی تھیں وہ ان کو سکھلائیں۔" [3]

اس عہد میں باہم اختلاف رائے کو دشمنی اور تعصب میں نہیں ڈھالا گیا۔حضرت عائشہ کا متعدد صحابہ کرام سے (مسائل میں) اختلاف رائے ہوا، لیکن محدثہ و فقیہہ کے طور پر ان کا احترام تمام صحابہ کرتے تھے غلطی کو تسلیم کرنے کا بھی عام رواج تھا۔اس رواداری میں سب سے اہم بات جو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ اُمہات المومنین کے تمام اعمال و افعال نہایت ہی اعلیٰ وارفع مقاصد کے لیے تھے۔جس میں انتقام کا کوئی جذبہ نہ تھا بلکہ رواداری کا عکس واضح نظر آتا ہے۔اسی طرح کے واقعات ہمیں بعد کے ادوار میں بھی ملتے ہیں۔حضرت فاطمہ بنتِ قیس نے ایک روایت میں اس ہنگامی اجتماع میں شرکت کا حال تفصیل سے بات چیت کے ذریعے بیان کیا جو جساسہ کے بارے میں معلومات دینے اور حضرت تمیم داری کے احوال سفر سنانے کے لیے بلایا گیا تھا۔" [4]پس تمام واقعات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ معاف کر دینا اور انتقام نہ لینا ہی معاشرے میں رواداری، ہم آہنگی کے فروغ کا سبب بن سکتا ہے۔معاصر دور میں مکالمہ بین المذاہب اور رواداری کی ضرورت کو بھی انہی اصولوں پر پورا کیا جا سکتا ہے۔اُمہات المومنین نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی معاملات میں رواداری کا رویہ اپنایا، کیوں کہ اللہ تعالی بداخلاقی اور ظلم و زیادتی کی تعلیم نہیں دیتا خواہ معاملہ مشرکہ ماں کے ساتھ ہی ہو۔ارشادِ خداوندی ہے:

"ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی" [5]

"یعنی کسی قوم کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم عدل و انصاف سے پھر جاؤ، عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔"

امہات المومنین کی تمام تر زندگی رواداری کو بہترین مثال ہے اُن کا سب سے بڑا کارنامہ اور احسان یہ ہے کہ انہوں نے اشاعتِ دین میں

---

[3]۔امام بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، باب تعلیم النبی امتہ من الرجال والنساء، حدیث: 7310

[4] ۔ امام مسلم، الصحیح المسلم، کتاب الفتن، باب قصۃ الجساسہ، حدیث: 7386

[5]۔المائدہ 8

**یسروا ولا تعسروا وسکنوا ولا تنفروا** "یعنی آسانی پیدا کرو اور مشکل پیدا نہ کرو اور خوشخبری دو اور نفرت پیدا نہ کرو:"[6] کے کلیہ پر عمل کرتے ہوئے عبادات، معاملات میں آسانی پیدا کرتے ہوئے ان رویوں کو پروان چڑھایا جو آئندہ کے سینکڑوں سالوں کی ترقی کی بنیاد بنے ایک کام انہوں نے یہ کیا کہ دیگر خواتین کی رواداری پر مبنی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ یہ کام انہوں نے دو طرح سے کیا۔ ایک جزوقتی یعنی ملاقات وغیرہ پر جیسے حضرت میمونہ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے ذکر کیا کہ اس نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے اسے شفا دی تو مسجد اقصیٰ جا کر نفل ادا کرے گی، اس پر حضرت میمونہ نے اسے تعلیم دی کہ نذر کو ادنی سے افضل میں بدلا جا سکتا ہے اور اسے کہا: "مسجد نبوی میں نماز پڑھو۔"[7]

اسی طرح انہوں نے روادارانہ مکالمہ کے ذریعے کل وقتی تعلیم بھی دی جیسا کہ حضرت عائشہ کے پاس حمص کی کچھ عورتیں آئیں تو انہوں نے دریافت کیا: کیا تم ایسے علاقے کی رہنے والی ہو جہاں کی عورتیں حماموں میں جا کر غسل کرتی ہیں؟ خواتین نے جواب دیا: ہاں، تب حضرت عائشہ نے فرمایا: "میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جو عورت اپنے کپڑے غیر پوشیدہ جگہ میں اتارتی ہے وہ اللہ کی سخت ناراضی کی مستحق ہوتی ہے۔"[8]

رواداری کو پائیدار اور مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے اور تشکیل دینے کے لیے جب ہم تعلیماتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں تو امہات المومنین کی خدمات میں بھی ہمیں وہی حکمت عملی Strategy اور اصول وضوابط Rules & Regulations ملتے ہیں جن سے ہم آج بھی راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ رواداری کے ذریعے امر بالمعروف نہی عن المنکر کا اعلیٰ نمونہ امہات المومنین امت کے افراد کو غیر اخلاقی حرکتوں سے بچنے کی بھی تلقین کرتی تاکہ وہ اخلاق سیئہ سے دور ہوں۔ حضرت محمد ﷺ کے زمانہ میں بھی خواتین کو بات چیت، مکالمہ کے ذریعے اپنی بات کہنے کی آزادی تھی۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت خولہ بنت ثعلبہ کے واقعہ کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ"[9]

"اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملے میں تم سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کیے جاتی ہے۔ اللہ تم دونوں کی گفتگو (مکالمہ، بات چیت) سُن رہا ہے، وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔" حضور ﷺ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ حضرت اسماء حاضر خدمت ہوئیں اور مذہبی رواداری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے باہمی روابط کے لیے مندرجہ ذیل بات چیت، گفتگو (مجادلہ) تقریر کی: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان! میں مسلمان عورتوں کی طرف سے یہ پیغام لے کر آئی ہوں کہ اللہ نے آپ ﷺ کو مرد وزن دونوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ ہم سب آپ ﷺ کے متبع ہیں اور آپ ﷺ پر ایمان لائے ہیں مگر ہم میں اور مردوں میں بڑا فرق ہے۔ ہم گھروں میں محصور ہیں اور اولاد کو پالتی ہیں اور مرد نماز جمعہ اور نماز جنازہ میں شرکت رتے ہیں، حج کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔ ہم ان تمام معاملات میں مردوں

---

[6]۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یسروا ولا تعسروا حدیث: 6125

[7] ۔ مسند احمد، حدیث میمونہ، 2684

[8]۔ امام احمد بن حنبل، المسند، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 220-237ھ) ج 6، ص 29

[9] ۔ المجادلۃ 1

کے ساتھ نہیں ہیں۔ ہم ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں، لباس کے لیے چرخہ کاتتی ہیں۔ تو کیا ہم اجر و ثواب میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوں گی؟۔ ان کی بات چیت، گفتگو (مکالمہ) تقریر سن کر حضور ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم لوگوں نے مذہب کے بارے میں کبھی کسی عورت سے ایسی گفتگو (مکالمہ) سنی۔ صحابہ نے عرض کیا: ہمیں تو کبھی اس بات کا خیال تک نہ آیا کہ کوئی عورت ایسا سوال کر سکتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی رضامندی، فرماں برداری اور موافقت کرتی ہے اور زوجیت کے فرائض ادا کرتی ہے تو اسے بھی مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔"[10]

اپنے نقطہ نظر کو اس نفاست حقیقت میں رواداری اظہار رائے کا وہ سلیقہ ہے جس کی بدولت دوسروں کے نقطہ نظر کو سننے کے لیے قوت برداشت کو بروئے کار لا کر خیالات کی گہرائی تک پہنچا جا سکے۔ رواداری اپنے ظاہری معنوں میں ایک مستحسن عمل ہے۔ اسلام رواداری کا داعی ہے۔ یہ ہر ایک سے دلیل و برہان کی بنیاد پر مجادلہ کرتا ہے اور اپنے مخالفین تک سے دلیل و برہان لانے کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسی لیے تو ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین"[11]

"کہہ دیجیے کہ لاؤ تم اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔"

اسلام کی رواداری اس قدر وسعت پذیر ہے کہ وہ ہر طرح کے جبر کی نفی کرتا اور کسی پر بھی کوئی چیز مسلط نہیں کرتا، اسی لیے تو قرآن کریم میں "لا اکراہ فی الدین"[12] فرمایا گیا ہے۔

احترام مذاہب کی حکمت مخاصمت کی بجائے مفاہمانہ مکالمے کا ماحول پیدا کرنا ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ان کے سامنے ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میت کو اس کے اہل و عیال کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ نے مذہبی رواداری کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کافر کے عذاب میں زیادتی کر دی جاتی ہے، جبکہ اس کے اہل و عیال روتے ہیں، پھر یہ آیت پڑھی: "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی"[13] "یعنی کوئی کسی کا گناہ نہیں اٹھائے گا۔"

اس سے اندازہ کیجیے کہ حضرت عائشہ کا اسلوب دعوت میں رواداری کی ہم آہنگی کا علم کس قدر گہرا اور راسخ تھا۔ حضرت ابن عباس کے سامنے فرمایا اور حضرت ابن عباس نے اس پر سکوت اختیار کیا بلکہ تائید فرمائی۔ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت زینب بنت جحش کے جواب میں حضرت عائشہ کی روادارانہ گفتگو سنی، تو فرمایا: "آخر ابو بکر کی بیٹی ہے"[14] ماہرین فن نے حضرت عائشہ کے خطبات جو انہوں نے جنگ جمل وغیرہ کے دنوں میں دیے) پر تحسین کی ہے۔[15]

---

[10] ۔ ابن عبد البر، الاستیعاب فی اسماء الاصحابہ، تذکرۃ اسماء بنت یزید بن السکن۔ ج 4، ص 17

[11] ۔ البقرہ 111

[12] ۔ البقرہ 256

[13] ۔ النجم 38

[14] ۔ الجامع الصحیح، کتاب الھبۃ وفضلھا، باب من اھدی الی صاحبہ، حدیث: 2581

[15] ۔ جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب من فضل عائشہ، ج: 3884

اسی طرح حضرت اسماء بنت یزید بن السکن کو کتب سیر میں "خطیبۃ النساء" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے بر سرِ مجمع ان کی خطیبانہ (مکالمہ) صلاحیت کی تعریف فرمائی تھی۔ حضرت اُم الدرداء بھی اچھا واعظ (مکالمہ) کہہ لیتی تھیں۔[16] بہت سے واقعات، امثال اور شواہد ملتے ہیں کہ عورت کو اسلام نے حق رائے دہی، بات چیت، گفتگو، باہم مباحثہ اور مکالمے کا حق دیا ہے اور وہ دورِ اول میں پوری آزادی کے ساتھ اس کو استعمال کرتی تھی اور اس کی رائے، گفتگو (مکالمہ) کا احترام بھی کیا جاتا تھا اور اس کو قبول بھی کیا جاتا تھا۔ مثلاً حضرت عمر نے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا: کہ عورتوں کا مہر زیادہ نہ باندھو۔ تو ایک عورت جو مجمع میں تھی اس نے اس پر ٹوک دیا اور کہا کہ آپ کو اس کا حق نہیں، حضرت عمر نے پوچھا کہ کیوں؟ تو کہا کہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ:

"وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا"۔[17]

"یعنی اگر تم نے عورت کو ایک قنطار بھی دیا تو اس میں سے واپس کچھ نہ لو" (اس سے معلوم ہوا کہ ایک قنطار بھی دیا جا سکتا ہے)۔

یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا کہ عورت نے صحیح کہا اور مرد نے خطا کی۔[18]

اُمہات المؤمنین، صحابیات، تابعات، تبع تابعات غرض تمام مسلم خواتین نے اپنے اپنے دور میں زمانہ کے دھارے کو بدلنے اور حالاتِ زمانہ سے پنجہ آزمائی کی بھی کوشش کی۔ ان کی تعلیمات اشاعت و تبلیغ اسلام پر مبنی تھی۔ اسی کے ساتھ ان کے روادارانہ رویہ، اخلاق کی پاکیزگی، صاف ستھری زاہدانہ اور بے طمع زندگی، ایمان و یقین کی قوت، خلقِ خدا کے ساتھ ہمدردی اور بلا تفریق مذہب و ملت انسان سے محبت اور انسانیت کا احترام دیکھ کر مخالفین بھی معتقد اور دشمن بھی دوست ہو گئے۔ خواتین نے اپنے معلم حقیقی کے امر پر لبیک کہا اور عین فرمان خداوندی کے مطابق دعوت الی اللہ نہایت رواداری کے ساتھ دی کیوں کہ سورۃ النحل آیت نمبر 25 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ۔[19]

"یعنی آپ اپنے رب کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بحث بھی ایسے انداز میں کیجیے جو نہایت حسین ہو۔"

تو گویا خواتین کے لیے یہ بات بدیہی بن گئی کہ وصول و مقبولیت آپ ﷺ کے اتباع کامل اور سنت و شریعت میں فنائیت کے بغیر ممکن نہیں۔ گویا ترقی آگے بڑھنے سے نہیں چودہ سو سال پیچھے جا کر رحمت اللعالمین محمد ﷺ کی سنت پر چلنے سے ہو گی، جس پر تمام اُمہات المؤمنین کا عملی نمونہ موجود ہے۔ آج ہم دنیا میں تاریخ کے ایک فیصلہ کن دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ اکیسویں صدی میں اس کائنات میں ایک عظیم الشان تبدیلی آ رہی ہے یعنی تمام نظام تبدیل ہو رہے ہیں۔ روحانی طور پر بھی اور ظاہری دنیا میں بھی۔ آج پوری دنیا کو کفر کے نظاموں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ یہ نظام تقریباً دو سو سال سے پہلے تشکیل پانا شروع ہو گئے تھے۔ ذرائع ابلاغ نے اپنے قدم مضبوطی سے جمانے شروع کیے۔ اور ایسے ایسے تصورات دیے گئے کہ جن کا

---

[16]۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج: 4، ص: 17

[17]۔ النساء 20

[18]۔ حافظ ابو عمر یوسف بن محمد بن ابن عبدالبر، جامع العلم: 131/1

[19]۔ النحل 20

سوائے دیوانگی، جنوں اور وحشت کے علاوہ کسی چیز سے واسطہ نہ تھا۔ پوری انسانیت کو آوارہ اور تباہ و برباد کر کے غلام بنا دیا۔ انسانیت جس قدر ذلیل ورسوا اور محروم بیسویں صدی میں ہوئی اس سے پہلے ہزاروں سالوں میں کبھی انسانوں پر اتنا ظلم نہیں ہوا۔ بیسویں صدی انسانوں پر ظلم کی صدی ہے۔

مثبت قومیں سوچ و فکر کے نئے زاویوں کو فروغ دیتی ہیں، اختلافِ رائے کو وسعت قلبی کے ساتھ برداشت کرنا معاشرے کو درپیش فکری، علمی اور عملی مسائل میں رواداری کے ذریعے رویوں میں مثبت و مفید تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ آداب و حدود اختلاف، مکالمہ بین المذاہب و مسالک، اتحاد بین المسالک، بین المذاہب رواداری، ہم آہنگی و بقائے باہمی، احترام آدمیت و حرمتِ انسانیت افہام و تفہیم، مفاہمت و برداشت، تصورِ امن و استحکام، جہادی افکار و تصورات، انسدادِ جنگ و فساد، شدت پسندی، تکفیر، فرقہ واریت و مذہبی انتشار، انتہا پسندی و دہشت گردی جیسے تمام مسائل کو رواداری اور مکالمہ کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے اس کا آغاز گھر کے ماحول سے ہونا چاہیے اور معاصر دور میں خواتین بچوں کو عملی تربیت دے سکتی ہیں، تاکہ وہ ناپسندیدہ صورت حال میں اپنے ردِ عمل کو منفی ہونے سے بچا سکیں۔

اسلام تمام انسانوں کے مذہبی معاملات کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی صحیح رہنمائی اور خدائی نظام کی دعوت دینے کا حکم بھی دیتا ہے، تاکہ انسان کو دنیا میں امن و سکون حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی پر سکون زندگی نصیب ہو۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام رواداری، امن و سلامتی اور احترام انسانیت کا درس دیتا ہے، یہ دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے پرامن بقائے باہم کا درس دیا۔ یہ مکالمے اور دلیل کی بنیاد پر دین کی دعوت دیتا ہے، اسلام دیگر مذاہب کے حوالے سے احترام کی تعلیم دیتا، تمام انبیائے کرامؑ حتیٰ کہ تمام مذاہب کے علم برداروں کے ادب واحترام کا درس دیتا ہے۔ قرآن و سنت اور پیغمبر رحمت، محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی یہ تعلیمات امن و سلامتی کی ضامن اور انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ آج دنیا میں تحمل و برداشت، امن و سلامتی کے قیام، مذاہب کے درمیان مکالمے اور مذہبی رواداری کے فروغ کے لیے انسانیت کو اسلام اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے دامن رحمت اور اسوۂ حسنہ سے رہنمائی لینی ہوگی کہ بلاشبہ یہی احترام انسانیت کا منشور اور امن و سلامتی کی حقیقی ضامن ہیں۔

## نتائج:

☆ سنت نبوی ﷺ کی پیروی امہات المومنین کا خاصہ ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ روئے زمین پر رواداری کا بیڑا حق شناسوں نے اٹھا رکھا ہے۔ اسلام کے دورِ اول سے عصرِ حاضر تک مختلف اقوام اور ممالک کے درمیان تعلقات ہمیشہ زیروبم رہے۔ لیکن امہات المومنین کی طرف سے کبھی بھی اس کی خلاف ورزی نہیں کی یہ ہر انسان کے عقیدہ و مذہب کے حترام کا واضح ثبوت ہے۔

☆ اسلام نے محض ایک نظری ضابطہ اخلاق Code of Conduct ہی ترتیب نہیں دیا بلکہ رواداری یعنی اپنے عقیدہ و مذہب کو حق سمجھتے ہوئے اس سے اختلاف رکھنے والوں کی یہ آزادی تسلیم کرنا کہ وہ جو عقیدہ و مذہب چاہیں اختیار کر سکیں۔ قرآن پاک اس کا علم بردار ہے۔

☆ اسلام نے دین کے متعلق عدم جبر کا نظریہ پہلی مرتبہ پیش کیا وہاں دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ مکالمہ بین المذاہب کے ذریعے دوستانہ رویہ، رواداری اور تعلقات قائم کرنے اور دوسرے کے عقیدہ و مذہب کو فراخدلی سے برداشت کرنے کا حکم بھی دیا اور مثالیں بھی قائم کیں۔

قرآن وحدیث رواداری کے روشن مینار ہیں۔ اسلام میں عقیدہ بنیادی ستون ہے اور اسلام نے عقائد کی تعلیم کو ضروری قرار دیا ہے۔ تاہم اسلام کسی انسان کو عقیدہ کی تبدیلی پر بھی مجبور نہیں کرتا۔

## سفارشات:

☆ قرآن و سنت کے دلائل کو اپنے مسلک کے مطابق کرنے کی بجائے اپنے مسلک کو قرآن و سنت کے تابع اور طلباء و سامعین کو اختلافات کی بجائے اخلاقیات کو خوگر بنایا جائے۔ خواتین اس حوالے سے اپنا مؤثر کردار ادا کر سکتی ہیں۔

☆ سماج میں پائی جانے والی برائیوں، سماج کو نظرانداز نہ کیا جائے بلکہ اسے ایمان کا تقاضا سمجھ کر برائی کو برائی سمجھتے اور حتی الوسع اس کی روک تھام کی کوشش کرے۔

☆ اگر معاشرہ میں مختلف فکر اور مذاہب کے لوگ پائے جاتے ہوں تو اس سلسلہ میں رواداری کو فراموش نہ کریں۔

☆ اسلام کی حقانیت اور خوبیوں کو مکالمہ کے ذریعے دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو دعوتِ حق دی جائے۔

☆ دعوت الی اللہ کے قرآنی اسلوب کا ایک اہم نکتہ بہترین انداز میں رواداری ہے۔

☆ احسن انداز میں مجادلہ ایسی چیز ہے جس سے دلوں کے اندر تناؤ اور دوری پیدا نہیں ہوتی اور مجادلہ احسن ہو گا تو مخالفین بھی حامی بن سکتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)